

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی بار مولف (عطا ملک) ۶۴۴ یا ۶۴۵ میں امیر ارغون کے ساتھ مغولستان گیا ہے اور اس سفر میں مولف کا والد بہا، الدین بھی ہمراہ تھا) ابھی طراز پہنچے تھے کہ گیوک خاں کی موت کی خبر سنی چنانچہ وہیں ٹھہر گئے اور پھر ایران لوٹ آئے ۶۴۷ ہجری میں ارغون مغولستان پہنچا تو عطا ملک ساتھ تھا ان دنوں مغولستان میں اضطراب اور غلغلہ کا ساعلم طاری تھا زمام اختیار انول غامیش خاقان (زوبجر گیوک خاں) کے سپرد تھی۔ ۶۴۹ میں عطا ملک اپنی تحریر کے مطابق تیسویں جنقتای بن چنگیز خاں کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ اس کے بعد عطا ملک منگول خاں کی سند نشینی کے جشن میں شرکت کرنے کے لئے اپنے آقا امیر ارغون کے ساتھ مغولستان پہنچا ہے (ریشہ کی صورت اختیار کر گیا تھا اور اس جلسہ کی صورت حسب قاعدہ تو قوریلتا کی تھی یعنی صلاح و مشورہ کو کسے سند نشین کیا جائے) اتفاق کی بات ہے کہ جب ارغون اور عطا ملک مغولستان پہنچے ہیں اس سفر کی بیسویں تاریخ ۶۵۰ ہجری تو لوگ غصت ہو رہے تھے کہ جلسہ ختم ہو چکا تھا۔ بہر حال ارغون اور عطا ملک رجب ۶۵۱ کو قراقرم سے واپس ہوئے یوں گویا مولف اس سفر میں ڈیڑھ سال کے قریب منگولتاؤں کے دریا میں رہا اور جیسا کہ دریا پے سے معلوم ہوتا ہے اس اقامت کے دوران میں دستوں نے عطا ملک سے کہا کہ منگولوں کی اور متعلقہ واقعات کی تاریخ قبلت کر دینی ضروری ہے پہلے تو عطا ملک یہ کہتا رہا کہ میرے پاس وہ سرمایہ علم و فنسلی کہاں ہے جو مورخ کے لئے ضروری ہے لیکن جب اس نے خود کیا تو معلوم ہوا کہ منگولوں کی تاریخ اور متعلقہ واقعات بیان کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہو سکتا، چنانچہ وہ تاریخ لکھنے پر آمادہ ہو گیا مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر عطا ملک اس کام کے لئے نہایت موزوں بلکہ موزوں ترین شخص تھا۔

(۱) اس نے دس سال سیر و سیاحت میں بسر کئے تھے اور ان بلاد و ممالک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جو بدلی نیست دنیاؤں میں چکے تھے۔
(۲) وہ منگولوں کے دربار میں کئی سال رہا تھا اور ان کے رسوم و رواج، ان کے معتقدات، ان کے توہمات اور ان کے میلانات سے بخوبی آگاہ تھا۔

(۳) ماوراء النہر، ترکستان، بلاد اریفور مغولستان، چین ان تمام ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران میں اس نے ایسی معلومات حاصل کی تھیں جو کسی اور شخص کو حاصل ہو ہی نہیں سکتی تھیں۔

(۴) اس نے خود بہت اہم واقعات کا مشاہدہ کیا تھا اور بہت سے حوادث کا گواہ بنا تھا یعنی تھا۔

(۵) منگول فرماں ردا۔ ایران کے حاکم اور ہلاکو خاں اسکی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے اور وہ جس قسم کی اطلاعات اور معلومات چاہتا تھا ان سے حاصل کر سکتا تھا۔

تالیف کا آغاز ۶۵۰ میں ہوا ہے اور ۶۵۸ میں کتاب مکمل ہو گئی ہے۔ ۶۵۴ میں عطا ملک نے پھر مغولستان کا سفر کیا

لہ طراز۔ دریائے سیحون کے مہوں میں یرام سے شمال مشرق میں شہر طراز کے کھنڈریں یہاں کے مرد اور عورتیں کبھی صبح و جلال میں بے لفظی تصور کے بجائے تھے لہ اوگٹے تان کا لوگوں کی واہرہ تو اکیٹا خاقان کا پہلے ذکر آچکا ہے۔ لہ تاریخ جہاں کٹائے جوینی بلاد اول صفحہ ۲۳۱۔

لہ سند نشینی کی تاریخ ۹۔ ربیع الآخر ۶۶۹ ہجری ہے

اس سال امیرارغون نے اپنے ہونہار اور زہین دیر کو ہلاکوخان کی خدمت میں پیش کیا جو دو جہات سر کرنے کے لئے آیا تھا، ایک تو یہ کہ اسماعیلیوں کا زور توڑ دیا جائے کہ انکی تاخت و تاراج سے رعایا بیدل ہوتی ہے اور منگولی سلطنت کا رعب کم ہوتا ہے دو سر خلافت عباسی کا قصد پاک کرنے کے لئے کہ خورشید تھا خلیفہ عباسی کو محور بنا کر ممالک اسلامی ایک متحدہ محاذ قائم کر کے منگولوں کے خلاف صف آراء نہ ہو جائیں مسلم ہے کہ جب ہلاکوخان نے اسماعیلیوں کے خلاف ہم کا آغاز کیا تو عطا ملک ہلاکوخان کی عنایار نے نوازشات کا مورد بن چکا تھا اور جہاں بھی ہلاکوخان جاتا تھا عطا ملک بھی ہمراہ ہوتا تھا جن لوں ہلاکوخان قلعہ میمون دز کا محاصرہ کئے پڑا تھا ان دنوں عطا ملک ہی تھا جو گفت و شنید کے مرحلے طے کرنے پر مقرر تھا ہلاکو کے احکام کے مطابق عطا ملک نے ایک فرمان تیار کیا جس میں شرائط صلح و متابعت مندرج تھیں اور یہ فرمان قلعہ کے لوگوں تک پہنچا دیا گیا جب الموت کا قلعہ بھی سحر ہو چکا اور اسماعیلیوں کا زور بالکل ٹوٹ گیا تو عطا ملک نے ہلاکوخان کی خدمت میں عرضداشت پیش کی کہ الموت کے قلعہ میں نہایت نفیس کتابیں اور دقیق آلات ہنریت ہیں مجھے اجازت دی جائے کہ میں وہ کتابیں نکال لوں جو مفید ہیں اور باقی بے شک حسب الحکم بلادی جائیں۔ ہلاکوخان نے یہ درخواست قبول کر لی اور عطا ملک نے الموت کے قلعہ کی سریر کے آئروہ کتاب تو محفوظ کر ہی لی جو سرگورشت سیدنا کے نام سے موسوم ہے، چہرہ حسن بن صالح کا حال درج ہے۔

جب اسماعیلیوں کے استیصال کے بعد ہلاکو نے ہلاکو بن ادریس پڑھا تب بھی عطا ملک ساتھ تھا بلکہ اب تو ایک اور فاضل بھی دربار سے منسلک ہو گیا تھا یعنی خواجہ نصیر الدین طوسیؒ۔

بغداد کی فتح کے ایک سال بعد ہلاکو نے اس شہر کا دانی عطا ملک کو مقرر کیا (اس کا مطلب یہ تھا کہ عطا ملک عراق کا حاکم ہے)۔ ہلاکوخان کی وفات کے بعد اور اس کے لڑکے اباقا خان کے جلیوس کے بعد بھی عطا ملک اس عہد سے پرفا تر رہا، اس سال تک عطا ملک نے صبح و شام عراق کے اجرے ہوئے شہروں کو از سر نو آباد کرنے کی کوشش کی اور اس کی ہمت تھی کہ منگولوں کی تاخت و تاراج کے بددلتی جلدی عراق و بناد کی رونق پھر دو سر سے ممالک اور شہروں کے لئے باعث رشک ہونے لگی۔

عطا ملک نے کوئی ۲۴ سال کے قریب عراق پر حکومت کی دچھ سال کے قریب ہلاکو کے عہد حکومت میں ۷۷ سال کے قریب اباقا خان کے عہد میں اور ایک سال کے لگ بھگ احمد نکودار کے عہد میں، ان ۲۴ سالوں میں دشمنوں نے کئی بار عطا ملک کو ذلیل کرنا چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی اور کوششوں میں مجد الملک یزدی کی کوششیں قابل ذکر ہیں اور تفصیلی بیان کی مقتضی ہیں۔

جد الملک یزدی پہلے خواجہ بہار الدین کا ملازم ہوا پھر شمس الدین صاحب یوان (یوان اور عطا ملک) کے پاس جا پہنچا اس نے یزدی کی حوصلہ افزائی کی لیکن مجد الملک کی تہ اور محس کش تھا چنانچہ صاحب یوان وقتاً اس پر ہیرا بنی ہوتا چلا گیا اتنا ہی وہ اور شہزاد پر آمادہ ہو گیا۔ ۶۷۸ ہجری میں مجد الملک شہزادہ ارغون کی خدمت میں پہنچا اور تعزیر کی کہ صاحب یوان اور عطا ملک کا فرزند اور تک حرام ہیں انہوں نے اپنے گھراس روپے سے بھر رکھے ہیں جو دراصل بادشاہ کی ملکیت ہے منگولوں کے لشکر کو جہاں شکست ہوئی ہے وہ ان دونوں بجائیوں

لے مشہور نہیں۔ ہیئت دان، مفکر اور فلسفی جس کی انشا پر اسی عالم فضل اور ریاست کا عالم ہے کہ غیر بھی تعریف کرتے ہیں (۶۷۲-۷۹۷) تاریخ ادبیات

کی غداری کا نتیجہ ہے۔ بندوق دار الملک الظاہر رکن الدین بیرس سلطان مصر نے (۶۷۹-۶۵۸) جو منگولوں کو شکست دی ہے تھانہ کی وجہ یہ تھی کہ یہ دونوں بھائی درپردہ اس سے ملے ہوئے تھے۔ اس طرح کی در بہت سی باتیں کیں ارغون نے یہ باتیں حسینہ زبانا باقاخان تک پہنچائیں۔ اس نے کہا اس وقت چیکے ہو رہو موقع ملے گا تو تحقیقات کریں گے۔ اس کے بعد دونوں بھائیوں پر عذاب نازل ہوتا لیکن ان بھائی خاتون زرد جب ہلاکواں اور والدہ منگو تیمور جو منگولوں کے رواج کے مطابق اباقاخان کے حرم میں داخل ہو گئی تھی، کی سفارش سے بچ چکا ہو گیا، تاہم اباقاخان نے حکم دیا کہ محمد الملک صاحب دیوان شمس الدین کے تمام نظم و نسق میں برابر کا شریک ہے محمد الملک کے لئے یہ مشورہ جہاں خراج شکر کوئی ثابت ہوا چنانچہ اس نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا:

در بحر عجم تو غوط خواہم خوردن یا غرق شدن یا گہرے خوردن
تقدت خطرست دین بخدا ہم کردن یاروسے کنم سرخ بدایا برگردن

شمس الدین صاحب دیوان نے جواب میں یہ رباعی کہی:

یرغویجویرشاہ نہ شاید بروں ہس خصمہ روزگار باید خوردن
ایں کار کہ پائے در میان شمس واری ہم روسے کنی سرخ بدایا ہم گردن

اس کے بعد محمد الملک کی ناپاک حرکات کی وجہ سے عطا ملک کو بہت تکلیف ٹھانی پڑی ایک گردہ محاسیوں کا مقرر کیا گیا، کہ

گھر کی تلاشی نے کردنوں خزان تلاش کرتے تہمت قید کر دیئے گئے خود عطا ملک کو مجوس کر دیا گیا قرابت اوروں کو عذاب یا گیا لیکن آخر کار اباقاخان کی موت نے سب جھگڑے چکا دیئے یہ ۸۰ ہجری کا واقعہ ہے اس کے بعد سلطان احمد نکودار نے جلوس کیا اور عطا الملک کی نائی کا فرمان جاری کیا اب محمد الملک کی شامت آئی جو سلوک عطا ملک سے ہو چکا تھا اس سے بدتر محمد الملک سے بڑا عطا ملک کے کارندوں نے محمد الملک کے گھر کی تلاشی کی تو سوئے اتفاق دیکھے گا کہ گھر سے اور اس کی جیب سے نقدیہ نکلے یا یوں کہہ دیجئے کہ ایسی تھیں نکلیں چکا مطلب سمجھ میں نہ آتا تھا ان کی روشنائی کا رنگ زرد اور سرخ تھا منگول جادو سے بہت ڈرتے تھے احمد نکودار نے حکم دیا کہ ان کاغذوں کو دھو کر ان کی سیاہی محمد الملک کو پلوادی جائے کہ جادو اسی پر لٹ جائے۔ اس بدبخت نے انکار کیا اب احمد نکودار کو یقین ہو گیا کہ یہ جادو ہی تھا حکم دیا کہ اس شخص کو دشمنوں کے سپرد کر دو کہ جو یہاں ہیں سزا دیں لوگوں نے جو صاحب دیوان کے ممنون احسان تھے اسی وقت اسکی نکالوٹی کروالی اور اس کے اعضاء ملک کے مختلف حصوں میں ارسال کئے گئے کہ تم ظریف نے کہا

روزے دوسہ سرد قدرتہ دیر شدی جو سندرہ مال مالک و تو قیر شدی

اعضائے تو ہریکے گرفت اقلیے فی الجملہ بیک ہختہ جہاں گیر شدی

سلطان احمد نکودار یا احمد نکودار کے سن جلوس کے متعلق کچھ اختلاف ہے۔ بلقعات سلاطین اسلام میں ۶۸۰ ہجری ہے ۱۹۵ھ ۱۹۵ھ لہران میں ۶۸۰ ہجری میں عزت عباس اقبال لیکن برلن کی تیسری جلد کے مترجم نے ۶۸۱ ہجری بنایا ہے۔ (تاریخ ادبیات ایران عبد مولان صفحہ ۴۳) عباس اقبال نے بھی تاریخ ایران میں تاریخ جلوس ۶۸۱ ہجری ہے صفحہ ۲۲ (از استیلا کے منوال تا انقراض قاجاریہ)۔

کچھ عرصہ کے بعد ارغون اور احمد کو دار کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہوا ارغون جانتا تھا کہ عطا ملک نکو دار کا حلیف اور ہوا خواہ ہے۔ اس لئے اسے تنگ کرنے کیلئے پھر وہی کھڑا کھڑا کر دیا کہ پچھلا حساب صاف کر دو علاوہ ازیں ارغون کے دل میں یہ بدگمانی بھی تھی کہ صاحب یوان نے ابا قان کو زہر دلوادیا تھا۔ پھر حال پوچھ کر پھر شروع ہوئی ارغون کے کاندھوں نے نجم الدین اصفہر کو کہ عطا ملک کا نائب اور پیشہ کار تھا مرنے کے بعد رسوا کیا اسکی لاش محلہ سے نکلا کر شاہراہ پر پھینکا ادی گئی۔ عطا ملک نے یہ بات سنی تو سخت صدمہ ہوا اور دوسرا ایسا شدید دورہ پڑا کہ جان ہی لے کر ٹلا یہ ۶۸۱ ہجری کا واقعہ ہے اس کی لاش تبریز لے گئے اور مقبرہ چرنداب میں مدفون کیا۔ اسکی جگہ سلطان احمد نے خواجہ مارون بن شمس الدین صاحب یوان کو بغداد کا حاکم بنا کر بھیجا۔

عطا ملک کا بھائی شمس الدین صاحب یوان پہلے ہلاکو خان کا وزیر اعظم تھا پھر ابا قان نے اسے اس عہدے پر فائز بننے دیا اس کی ہنس پروردی اور علم دوستی کی داستانیں مشہور ہیں آخر اسے بھی حاسدوں کی ہمتوں کی بنا پر ۶۸۳ ہجری میں شعبان کی چوتھی تاریخ کو اہر کے مقام پر ہلاک کروادیا گیا اس کے چار بیٹے بھی کچھ عرصہ کے بعد قتل ہوئے صاحب یوان کے چوتھے بیٹے علی (پسر خواجہ مارون) کو بھی ۶۸۸ھ میں اور علاء الدین عطا ملک کے بیٹے منصور کو بھی اسی سال شہید کر دیا گیا شمس الدین کی اولاد میں سے ایک لڑکا ذکر یا نامی زندہ رہا باقی سب ہلاک کروائیئے گئے۔ صاحب یوان کا ایک لڑکا شرف الدین مارون بھی تھا کہ اس کی محفل مبارکے علاء الدین باقی اس کا دلخ مستقیم بادشاہ کی پوتی سیدہ بخسید سے ہوا تھا یہ بد نصیب بھی ۶۸۵ھ میں ارغون بن ابا قان خان کے حکم سے ہلاک کر دیا گیا۔ صاحب یوان کا ایک اور لڑکا خواجہ بہار الدین محمد جو حاکم اصفہان تھا اپنے باپ کے جیتے جی ۶۷۸ھ میں مرگ طبی کا شکار ہوا۔

صاحب یوانیوں کا دو دماغ آل برک کے فائدگان کی طرح ان افراد پر مشتمل تھا جو خود اہل علم و فضل تھے اور ارباب علم و دانش کی تربیت میں کوئی دقیقہ فرگذاشت نہیں کرتے تھے ذہنی کہتے ہیں کہ جو مصنف انکے نام سے کتاب منسوب کرتا تھا اسے ہزار دینار سزا عطا کرتے تھے اس انعام و اکرام سے زیادہ اسکے ارکان کے ذوق سلیم اور فیصلت علمی کی دھوم تھی یہی وجہ ہے کہ کئی بڑے بڑے خود دار اور عالی رتبہ مصنفوں نے ان کے نام سے اپنی تصانیف منسوب کرنا سعادت تصور کیا ہے انکے متوسلین یا احباب کی فہرست تو تیار نہیں ہو سکتی بعض مصنفوں کے نام اور انکی تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) خواجہ نصیر الدین محمد بن محمد بن الحسن طوسی (متوفی ۶۷۳ھ) مشہور عالم اور مفکر ہیں ان کی کتاب اوصاف الاشراف (فارسی) کہ تصنیف کے روز سے متعلق ہے شمس الدین محمد سے منسوب ہے۔

ترجمہ ثمرہ بطیموس (فارسی) کہ نجوم سے متعلق ہے شمس الدین کے خلف الرشید خواجہ بہار الدین حاکم اصفہان سے منسوب ہے۔

(۲) صفی الدین عبد المؤمن بن یوسف کہ خطاطی اور موسیقی میں شہرہ آفاق تھا خطاطی میں تو ان پر مقلد اور یا قوت ہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن موسیقی کے فن میں تو وہ گویا بے نظیر تھا ابن تہری رومی کہتا ہے کہ اسحاق بن ابراہیم موسیقی (قدیم) ہارون الرشید کے بد اس فن میں کوئی استاد اس کے رتبہ تک نہیں پہنچا صفی الدین مستقیم بادشاہ کے کتاب خانے کا کاتب تھا اور اس کا ندیم خاص اور منشی بھی تھا اسے سال کے سال لے اپنے ان دستوں سے مشورہ کیا ہے جو طب منسک بھی ماہر ہیں اور طب نانی کے اصول سے بھی واقف ہیں ان کا خیال ہے کہ دورہ خون کے ناگہانی وبا کا نتیجہ تھا

پانچ ہزار دینار ملتے تھے بعد ازاں تیسیر کے بعد وہ ہلاکو خان کی خدمت میں پہنچا اور اسے بریلج بجا کر سنایا، ہلاکو نے اسکی تنخواہ میں اضافہ کر دیا اب اسے لازماً علاء الدین عطا ملک اور شمس الدین جوہری کے پاس پہنچنا تھا انھوں نے اسے بغداد کے دیوان انشا کا ہتتم مقرر کر دیا جب یہ عیال دو دروان بریاد ہوا تو صفی الدین کی یہ حالت ہو گئی کہ قاضی کے حکم سے ۳۰۰ دینار ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے قید کا ٹاپڑی اور اس قید میں خدا کو پیارا ہو گیا یہ ساتویں بھری کے آخری سالوں کا واقعہ ہے (۶۹۳ھ) صفی الدین نے رسالہ شرفیہ شرف الدین ہارون ریسر خواجہ شمس الدین جوہری دیوان) سے منسوب کیا۔

(۳) قاضی نظام الدین اصفہانی نے اپنی مشہور کتاب شرف الایمان البیان فی شرف بیت صاحب دیوان اس خانوادے سے منسوب کی ہے کہ یہ ارکان خاندان جوہری کی مدت میں اشعار و قصائد پر مشتمل ہے۔
(۴) شمس الدین محمد بن نصر اللہ بن رجب نے کتاب صفحہات پینسیہ لزقعات حریری کے انداز و اسلوب کی پیروی میں لکھی گئی ہے اسی خانوادے سے منسوب کی ہے۔

(۵) ہمام تبریزی۔ پروفیسر براؤن لکھتے ہیں کہ بحمل کے قول کے مطابق ۱۱۶۵ء سال کی عمر یا ۱۲۱۴ ہجری میں فوت ہوا۔ رضازادہ شفق اس کی ولادت یا وفات کے متعلق کوئی معلومات ہتیا نہیں کرتے۔ یہ مسلم ہے کہ وہ صاحب دیوان کے خانوادے کا مانج تھا اور اس نے ایک نثری موسوم بہ جنت ناہ خواجہ شرف الدین ہارون کے نام سے منسوب کی تھی۔

(۶) سعدی شیرازی (توفی ۶۹۴-۶۹۱ھ) نے اس خانوادے کے افراد کی مدح میں بہت معرکے کے قصیدے لکھے ہیں، مثلاً عطا ملک کی مدح میں :

| | |
|---|------------------------------------|
| ۱) مطلع : ہر آدمی کہ نظر با یکے ندارد و دل | بہ صورتی نہ بد صورتی مست لای عقل |
| ۲) مطلع : کدام باغ بہ دیدار دوستان ماند | کے بہشت لگید بہ بوستان ماند |
| ۳) مطلع : اگر مطالعہ خواہد کسی بہشت بریں را | بیامطالعہ کن گو بہ نو بہار زمین را |
| ۴) مطلع : شکر بہ شکر ہم در دروان شردہ دہان | اگر تو با تیر آری حدیث من بہ زبان |
| یہ قصیدہ صاحب دیوان کی تعریف میں ہے۔ مطلع | |
| بہ بیچ یار مدہ خاطر و بہ بیچ زیار | کہ برو بھر فراخ امت و آدمی بسیار |

عبداللہ بن فضل اللہ شیرازی صاحب تاریخ و صاف کا ذکر پہلے آچکا ہے اس نے صاحب دیوانوں کے خانوادے سے کوئی قافیہ نہیں اٹھایا لیکن اس خانوادے کے افراد کی ہنر و دستگی، علم پروری، اور تہذیب شعریہ کی بنا پر اس نے اس خانوادے کے حالات قلب بند کئے ہیں۔ صاحب دیوان کی ذفات کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ ارغون خان کی تخت نشینی کے بعد جو حالات پیدا ہو گئے تھے وہ ایسے تھے کہ اگر شمس الدین صاحب دیوان چاہتا تو خود راہ قرار اختیار کر سکتا تھا لیکن اس نے مناسب سمجھا کہ ۳۰ سال تک بہ کمال سطوت شریکت

وزارت کا کام نبھانے کے بعد وہ چوروں کی طرح بھاگ جائے اور اپنے تعلقین کو ارغون کے عذاب کا نشانہ بنا جائے یہ سوچ کر ارغون کے دربار میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوا، ارغون نے بھی کہیں سال وزیر کی سی سالہ خدمات کے پیش نظر ارادہ کر لیا تھا کہ اسکی خطاؤں سے واگروہ خطا و ارتضا چشم پوشی کر لی جائے لیکن بوتقا دایکے تنگول میرا جو صاحب یوان کا مخالف تھا اس نے ارغون کے مسلسل کان بھرنے شروع کئے اور آخر انہوں نے حکم صادر کیا کہ صاحب یوان کو گرفتار کر لیا جائے اور الزامات کے علاوہ صاحب یوان پر یہ الزام بھی تھا کہ اس نے ابا قاغاں کو مسموم کروا دیا تھا اور اب حاسد یہ بھی کہتے تھے کہ ارغون کے متعلق بھی صاحب یوان کی نیت بیکہ نہیں ہے۔ صاحب یوان نے جب یہ لکھا کہ اب آئی ہوئی نہیں ٹل سکتی تو کہا کہ جو الزام مجھ پر عائد کئے جاتے ہیں سب کو دردمت تسلیم کئے لیتا ہوں، اس امیاد پر کہ بادشاہ مجھے عفو کرے گا لیکن عذاری کا تو تصور بھی میرے ذہن میں نہیں آیا پھر حال ارغون اب صاحب یوان کو ہلاک کرنے پر تلا ہوا تھا۔ کوئی عذر پیش نہ کیا۔ موضع موتیہ میں اہر کے قریب جلاد تہر یا تیغ افعی زہر صاحب راہ سیاست گاہ حاضر کر دیا۔ صاحب دیوان نے نماز پڑھنے کی جہدت طلب کی وصیت قلمبند کی دستوں کے نام خط لکھا جس میں عافیت مغفرت کی استدعا کی گئی تھی اور پھر:

نماز پڑھو روز دو شنبہ چارم شعبان ستر شامات و ثمانین و ستائین بنا کر ناظم این ایامت ذکر آں حال را در سبط

تاریخ بدین منط تقریر کردہ است

خورشید ملک صاحب یوان شرق و مغرب
در سال رخ جو جیم بہ نے گشت متصل
وقت نماز دیگرے اندر حدود آہر
آہنگش زمانہ چاکر نہ گردوں مرید شد
زای پس کہ دور مدت عمرش مرید شد
روز و دو شنبہ چارم شعبان شہید شد

وایں دو بیت کر زادہ مطلع یکے از فضلات عمر است صورت او منقاد در صنعت مراعات النظر حق اور ابے نظیر آمد:

از رفتن شمس از شفق خون بہ چکید
شب جاہر سیرہ کرد در آن باقم و صبح
سر زوے بکنہ د زہرہ گیسو بدرید
برزد نغیسہ سر و گر سیاں بدرید

صاحب تاریخ و صاف نے صاحب دیوان کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے اس سلسلے میں وہ رقمطراز ہے کہ مجھے تقدیر نے یہ

موقعہ نہ دیا کہ صاحب یوان کی خدمت میں حاضر ہونا رواہ پہلے ہی مقبول ہو چکے تھے۔ اس لئے:

ابن قصیدہ بروح او کہ المومن صحتی فی الدارین انشاء سے کند بہ امید آن کہ ہمیز میاں این دو قصیدہ
طبع نفاذ و خاطر و قادر ہوا و نفضل باشد:

لغات و معانی WIEN 1856 نسخہ ملوکہ دانش گاہ پنجاب دہلی صفحات ۲۸۹-۲۸۸۔ ۵۷ ایضاً صفحہ ۲۹۰ تاریخ خ = ۶۰۰

۲ = ۵

۵۷ ایضاً صفحہ ۲۹۱

۸۰ = ۸

۶۸۳ = میزان

۵۷ تاریخ و صاف صفحہ ۱۶۰ ص ۱۶۰ خراجے ہیں اور رودکی کے مشہور نقیب یا نظم کی یاد دہانی ہے جس کا مطلع ہے

بوئے جوئے سو لیاں آید ہے : یاد یار ہریاں آید ہے